فضول خرچی اور اسراف کا مفہوم کیا ہے؟

مفتی عبید الرحمٰن

جامعہ محمدیہ، مایار، مردان

قرآن وحدیث میں جن چیزوں کو ممنوع قرار دیا گیا ہے، ان میں سے ایک اہم چیز ’’اسراف‘‘ ہے، متعدد نصوص میں اس کی ممانعت کی گئی ہے اور مختلف پیرایوں سے اس کی مذمت فرمائی گئی ہے:

’’یَا بَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ وَّکُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ‘‘ (الاعراف:۳۱)

ترجمہ: ’’اے آدم کی اولاد! تم مسجد کی حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ نکلو، بیشک اللہ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔‘‘

نصوص سے ہٹ کر ذرا سی عقلِ سلیم نصیب ہو تو بھی اس کی مذمت وممانعت میں شبہ کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی، بالخصوص اگر کوئی شخص عالمِ غربت کے حالات اور واقعات سے واقف ہو اور اس کے دل میں انسان بلکہ جانور کی طرح رحم وکرم نام کا کوئی جوہر موجود ہو تو وہ اس حکم کی قدر وقیمت سے ناواقف نہیں ہوگا۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود ’’اسراف‘‘ کا یہ حکم جتنا آسان ہے، اتنا ہی اس کے سمجھنے اور تطبیق کرنے میں غلطی کی جاتی ہے اور بہت سی چیزوں کو اسراف نہ ہونے کے باوجود اس کے تحت داخل کیا جاتا ہے، جبکہ بہت سی چیزیں واقعی اسراف ہونے کے باوصف اس میں کوتاہی سے کام لیا جاتا ہے۔

ذیل میں اسی کے تدارک کے لیے چند باتیں جمع کی گئی ہیں:

’’اسراف‘‘ کا مفہوم وتعارف

علامہ ابن فارس رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ کلامِ عرب میں ’’س ر ف‘‘ کا مادہ عام طور پر دو معنوں کے لیے استعمال ہوتا ہے: ۱: حد سے تجاوز کرنا، ۲: کسی چیز سے غفلت برتنا۔ بظاہر یہ پہلا ہی اصل معنی ہے اور اس مادے کے مشتقات میں عموماً یہی مفہوم موجود ہوتا ہے، جو چیز اہتمام وتوجہ کی مستحق ہو، اس

سے غفلت برتنا بھی اس کے واقعی حدود سے تجاوز کے مترادف ہے، اس لیے اس کو اسراف سے تعبیر کرنا بعید نہیں ہے۔ بہرحال لغوی لحاظ سے اسراف اسی معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔ اصطلاحی تعریف کے متعلق اہلِ علم کی عبارات متعدد ہیں۔ علامہ سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اسراف خرچ کرنے میں حد سے تجاوز کرنے کا نام ہے۔ بعض نے کہا کہ حرام کھانا یا حلال چیز سے ضرورت واعتدال سے زیادہ کھانا اسراف ہے۔ بعض نے کہا کہ اسراف حق کی مقدار میں جہالت کو کہا جاتا ہے۔ بعض نے کہا کہ اسراف اس بات کا نام ہے کہ مناسب جگہ پر مناسب مقدار سے زائد مال خرچ کیا جائے، جبکہ تبذیر یہ ہے کہ نامناسب (ناجائز) موقع پر خرچ کیا جائے۔''

علامہ ابن منظور افریقیؒ لکھتے ہیں:

ترجمہ: ''سرف'' اور ''اسراف'' میانہ روی سے تجاوز کرنے کو کہتے ہیں، عرب کہتے ہیں: ''أسرف في ماله'' اس نے اعتدال کے بغیر مال خرچ کیا۔ اللہ کی نافرمانی میں خواہ کوئی کم مال خرچ کرے یا زیادہ، دراصل یہی ممنوع اور ناجائز اسراف ہے۔ خرچ وخوراک میں اسراف کرنا تبذیر کہلاتا ہے، باری تعالیٰ کے ارشادِ گرامی: ''اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو فضول خرچی نہیں کرتے اور نہ تنگی کرتے ہیں۔'' اس بارے میں سفیان ثوریؒ سے نقل ہے کہ: ''وہ نہ بے جا خرچ کرتے ہیں اور نہ خرچ کرنے کے موقع پر تنگی سے کام لیتے ہیں۔'' اسراف حرام کھانے کو بھی کہتے ہیں، بعض کے نزدیک حلال کھانے میں میانہ روی سے تجاوز کرنا اسراف ہے۔ سفیان ثوریؒ سے منقول ہے کہ: ''اللہ کی نافرمانی میں خرچ شدہ مال اسراف ہے۔'' ایاس بن معاویہؒ فرماتے ہیں کہ: ''اسراف اللہ کے حق میں کوتاہی کو کہتے ہیں اور یہ میانہ روی کے مدِمقابل ہے۔''

کتبِ معاجم وغیرہ میں اس سلسلے میں اور الفاظ وتعبیرات بھی درج ہیں۔ یہ سب تعریفات اپنی جگہ درست ہیں، ان شاء اللہ، لیکن جس چیز کو فنی تعریف کہا جاتا ہے، جو اپنے تمام ماتحت کو اپنے اندر سموئے رکھے اور دیگر افراد سے ممانعت کا کام کرے، اس پر یہ تعریفات پوری نہیں اُترتیں اور شاید یہ چیز تعریف کرنے والے ان حضرات کے پیشِ نظر بھی نہ تھی، چنانچہ ان جیسے بدیہی امور میں فنی حدود کی ضرورت عام طور پر محسوس نہیں ہوتی، لیکن بسا اوقات عملی تطبیق کے اندر جب افراط وتفریط کی روِش کی جانے لگے تو وہاں درست اور واقعی فنی تعریف کرنا ضروری بن جاتا ہے۔ اسراف کا مسئلہ بھی بظاہر اسی قبیل سے ہے۔

غور کرنے کے بعد اس کی مناسب تعریف یہ ظاہر ہوتی ہے کہ:

''مالِ متقوّم کا ہر وہ صرف و استعمال جس میں کوئی دینی یا دنیوی معتد بہ فائدہ ملحوظ نہ ہو، وہ اسراف کہلاتا ہے۔''

ذیل میں اس تعریف کی کچھ وضاحت کی جاتی ہے۔

الف: ''مالِ متقوم'' اپنے تمام افراد کو شامل ہے، اس میں کھانے پینے کا سامان، لباس، نقد رقم اور اجناس وغیرہ، تمام چیزوں کو یہ لفظ شامل ہے، کسی خاص چیز کے ساتھ محدود و مقید نہیں ہے۔ اسی طرح ''اِضاعت'' یعنی ضائع کرنے کا مفہوم بھی عام ہے، چاہے سمندر میں ڈال کر ضائع کیا جائے یا یوں ہی کوئی واضح بے طریقے سے مال کو ختم کر دیا جائے۔ نیز یہ بھی واضح رہے کہ ''مال'' کا لفظ یہاں قصداً ذکر کیا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مال کے علاوہ ایک دوسری چیز انسان کی صلاحیت و استعداد ہے، اس کو بے کار رکھنا گو بڑی حرماں نصیبی کی بات ہے، لیکن ناجائز اسراف کے مفہوم میں وہ داخل نہیں ہے۔ یوں ہی انسان کو اللہ تعالیٰ نے وقت کی نعمت سے بھی نوازا ہے، جس کا ضائع کرنا اگرچہ بدنصیبی کا باعث اور آخرت میں ندامت و پشیمانی کا موجب ہے، لیکن اس کو اسراف نہیں قرار دیا جاسکتا، لہٰذا اگر کوئی شخص عبث یعنی بے فائدہ کام میں وقت گزارے تو وہ اسراف کرنے والوں میں داخل نہ ہوگا۔ یہ جو مشہور ہے کہ ''کلّ عبث حرام'' یہ مقولہ اپنے عموم کے لحاظ سے بالکل بھی درست نہیں ہے، بلکہ اس کی درست تعبیر وہی ہے جو بعض روایات سے بھی مفہوم ہوتی ہے کہ ''کلّ عبث باطل.''

ب: ''ہر وہ صرف و استعمال'' یہ لفظ اس لیے استعمال کیا گیا ہے کہ بعض بزرگوں کی تعریف میں مال خرچ کرنے کا تذکرہ کیا گیا ہے، بعض جگہ کھانے پینے کا ذکر ہے، بعض جگہ لباس کا ذکر کیا جاتا ہے، جبکہ اسراف کچھ انہی امور کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے مال کو یوں ہی دریا برد کرے تو اس کو عرفِ عام میں خرچ کرنا کہا جاتا ہے، نہ ہی کھانے پینے کے ساتھ اس کا کوئی تعلق ہے، لیکن بایں ہمہ وہ اسراف کے تحت بالکل داخل ہے، اس لیے تعریف میں عموم پیدا کرنا مناسب محسوس ہوا۔

ج: ''دینی یا دنیوی'' یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر کام میں ضرور کوئی دینی فائدہ موجود یا مقصود ہو اور نہ دینی فائدہ نہ ہونے سے کسی چیز کا اسراف یا ناجائز ہونا لازم آتا ہے، بلکہ شریعت نے مباحات کا بھی ایک وسیع باب کھولا ہے، جہاں کوئی دینی نفع اصلاً مقصود نہیں ہوتا اور اس کا تعلق دنیوی راحت وغیرہ امور کے ساتھ ہوتا ہے، لیکن باوجود اس کے وہ اسراف کے مفہوم میں داخل ہیں، نہ ہی اس کو ناجائز قرار دیا جاسکتا ہے۔

د: ''فائدہ'' بسا اوقات یہاں ضرورت و حاجت کا لفظ ذکر کیا گیا ہے، یہاں اس کی بجائے فائدے کا لفظ اس لیے استعمال کیا گیا ہے کہ شریعتِ مطہرہ نے مسلمانوں کے لیے صرف ضرورت یا حاجت ہی کا دروازہ نہیں کھولا، بلکہ بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو اس اصطلاحی مفہوم کے دائرے سے

بالکل خارج بلکہ میلوں دور ہیں، لیکن پھر بھی اس کو جائز ومباح رکھا گیا ہے اور اس کو استعمال میں لانا کسی طرح اسراف نہیں کہلاتا۔ ضرورت وحاجت اصطلاحی طور پر ان اُمور کو کہا جاتا ہے جن کے فقدان کی وجہ سے انسان کی جان وعضو تلف ہو یا وہ شدید حرج وتکلیف میں مبتلا ہوجائے اور ایسی چیزیں بہت کم ہیں۔

مثال کے طور پر لباس میں ہمارے ہاں عام طور پر ٹوپی، پگڑی، گردن سے لے کر گھٹنوں سے نیچے تک قمیص، کندھوں سے ناف تک مختلف قسم کے بنیان، واسکٹ وغیرہ، ناف سے لے کر ٹخنوں تک شلوار، پیر کو ڈھانکنے کے لیے جراب، موزے اور مختلف قسم کے جوتے استعمال کیے جاتے ہیں اور ان چیزوں کے ناجائز ہونے کا کوئی قائل نہیں ہے، جبکہ دیگر خارجی عناصر کی وجہ سے اس میں حرمت کی شان نہ پیدا ہو۔ اب اگر ضرورت وحاجت سے زائد ہر چیز کو اسراف کے تحت شامل کر کے حرام ٹھہرایا جائے تو یہ سب یا ان میں سے اکثر چیزیں حرام ہوجائیں گی، جو کہ مسلمات واجماعیات کے خلاف ہے۔ اسی طرح کھانے پینے میں صرف ''قوت لا یموت'' کی حد تک محدود چیزیں ہی استعمال کرنے کی گنجائش باقی رہ سکتی ہے، اس مقدار سے زیادہ ناجائز قرار پائے گا، جبکہ اس کے غلط ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

غرض ''فائدہ'' کا لفظ حاجت اور ضرورت کے لفظ سے بہت عام ہے، یہ ان دونوں یعنی حاجت وضرورت کو بھی شامل ہے اور منفعت وزینت بھی اس کے تحت آتے ہیں اور یہ سب چیزیں فی نفسہ اباحت ہی کے دائرہ میں داخل ہیں، اس لیے اس کو اسراف کی تعریف میں داخل نہیں کیا گیا۔

س: ''معتد بہ'' یعنی جس چیز کو واقعی فائدہ سمجھنا درست ہو۔ اس قید کے لگانے کی وجہ یہ ہے کہ بعض چیزیں ایسی ہیں جن کو کرنے والا کوئی فائدہ سمجھ کر کرتا ہے، لیکن حقیقت میں جس چیز کو پیش نظر رکھ کر اور فائدہ سمجھ کر اقدام کرتا ہے، اس کو فائدہ شمار کرنا غلط ہوتا ہے، وہ چیز اس قابل ہی نہیں ہوتی کہ فوائد کی فہرست میں اس کو داخل کرلیا جائے، اس لیے وہ بھی اسراف کے حکم کے تحت ناجائز وممنوع ہی قرار پائے گی، لہٰذا گناہوں ومنہیات کے کام میں اپنا سیم وزر خرچ کرنا یا اپنی اوقات واستعداد صرف کرنا جائز نہیں ہے، اگرچہ جو لوگ اس پر آمادہ ہوتے ہیں وہ کئی فوائد گنوا کر یہ کام کرنے لگ جاتے ہیں، کیونکہ شریعت کی نظر میں یہ چیزیں فوائد تو کیا ہوتے! سارے کا سارا نقصان وخسارہ ہی ہے۔ البتہ اس میں یہ ضروری نہیں ہے کہ جس چیز کو زید غیر معتد تصور کرے، ضرور وہ بکر کے حق میں بھی ایسا ہی ہو، بلکہ اس میں اختلافِ رائے کا ہونا متصور بلکہ واقع ومشاہد ہے، چنانچہ بہت سے لوگ اپنی فطرت وطبیعت، ماحول، علاقے یا مقام ومرتبے وغیرہ کی وجہ سے بہت سی ایسی چیزوں کو غیر معتد بہ فائدے کا حامل خیال کرتے ہیں، جن کو دیگر افراد خاطر خواہ فائدے کا موجب سمجھ کر کر رہے ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں ہر شخص کے ذہن وتصور کا اپنی جگہ اعتبار کرلینا چاہیے، جبکہ شریعت کے دائرہ کے اندر ہو۔

ش: ''ملحوظ نہ ہو'' اسراف کے تحقق میں اس قید کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ بہت سے کام ایسے

ہوتے ہیں کہ جن میں متعدد فائدے ہوتے ہیں، لیکن کرنے والے کے ذہن میں وہ فوائد نہیں آتے یا سمجھنے کی حد تک تو وہ سمجھ لیتا ہے، لیکن کام کرتے وقت وہ مقصود نہیں ہوتے، اب اس صورت میں اس کا یہ اقدام اسراف کے تحت داخل ہے، لیکن بایں ہمہ اس میں معتد بہ فوائد بھی پائے جاتے ہیں، ان جیسے اقدامات کو شامل کرنے کے لیے یہ قید بڑھائی گئی ہے۔

اس قید کے لگانے سے یہ بھی ایک ضروری فائدہ معلوم ہوا کہ اسراف ایک امرِ اضافی ہے، جو افراد و اشخاص، زمان و مکان، ماحول و عادت اور تصور و اعتقاد جیسے مختلف عناصر وعوارض کی وجہ سے تبدیل ہوتا رہتا ہے، لہٰذا یہ ضروری نہیں ہے کہ جو چیز زید کے حق میں اسراف ہو' وہ ضروری ہے کہ عمر کے لیے بھی اسراف تصور ہوگا، بلکہ عین ممکن ہے کہ زید جس ماحول و زمانے میں ہو، اس کے لحاظ سے یہ چیز اسراف کے مفہوم میں داخل تھی اور اب اس میں تغیر آیا ہو، اسی طرح زید کی طبیعت و عادت یا اس کی معلومات ونظریات کی رو سے وہ چیز اسراف کے تحت داخل تھی، لیکن دوسرے کی حق میں اس چیز کی یہ حیثیت باقی نہ رہے کہ اس کو اسراف قرار دیا جائے۔

یہاں تعریف میں لفظ ''موجود'' کی جگہ ''ملحوظ'' اسی لیے ذکر کیا گیا ہے کہ فی نفسہٖ فائدہ کا متحقق ہونا یا نہ ہونا کافی نہیں ہے، بلکہ حکم لگانے کے لیے اس بات کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ کرنے والے نے اس کا قصد ولحاظ کیا ہے یا نہیں؟ لہٰذا ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک چیز ایک وقت میں ایک شخص کے لیے موجبِ اسراف اور باعثِ ممانعت ہو، لیکن وہی چیز اسی وقت و ماحول میں دوسرے کے لیے جائز ومرخص ہو۔ اس کی مثال یہ ہے کہ پیٹ بھرنے کے بعد مزید کھانا کھانے کو کئی فقہاء کرام نے اسراف کی بنیاد پر ناجائز لکھا ہے، لیکن اس میں کوئی جائز مقصد سامنے ہو اور اس کے حاصل کرنے کے لیے کھانا کھائے تو اس کی گنجائش دی ہے، کیونکہ جائز مقصد کے ہوتے ہوئے یہ اسراف کے مفہوم میں داخل ہی نہیں ہوتا۔ ''کتاب الکسب'' میں ہے:

> ترجمہ: ''کھانے میں اسراف کی کئی ایک قسمیں ہیں جن میں سے ایک سیر ہونے کے بعد کھانا بھی ہے، البتہ بعض متاخرین کے نزدیک کسی جائز مقصد کے لیے زیادہ کھانے کی بھی گنجائش ہے، مثلاً: مہمان کو شرمندگی سے بچانے کے لیے اس کے ساتھ کھانا، روزہ کے ارادے سے رات کو کچھ زیادہ کھانا، تاکہ دن کو روزہ رکھنے کے لیے قوت حاصل کرے (یہ صورتیں اسراف سے خارج ہیں)۔''

علامہ خلیل نحلاویؒ کی مفید کتاب ''الدرر المباحۃ'' میں اسراف کی بحث عام کتابوں کی بنسبت زیادہ جامع اور مناسب تحریر کی گئی ہے اور تعریف وتفصیل کا حاصل وہی ہے جو درج بالا تعریف اور اس کی توضیح وتشریح کے ضمن میں ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

ترجمہ: ’’مال کا ضائع کرنا اور کسی دینی یا کسی جائز با مقصد دنیوی فائدے کے بغیر خرچ کرنا اسراف کہلاتا ہے۔‘‘

اس تعریف کے بعد ’’اسراف‘‘ کی دو قسمیں اور ہر قسم کی متعدد مثالیں ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

ترجمہ: ’’اسراف کی ایک قسم تو مشہور ہے جیسے سمندر، کنویں، یا آگ وغیرہ میں مال پھینکنا، جس سے نہ کچھ فائدہ ملے نہ اسے دوبارہ حاصل کر سکے۔ یا پھل سبزی وغیرہ کی دیکھ بھال نہ کر کے ضائع کرنا، جانوروں کو چارہ وغیرہ نہ دینے سے ان کا مرنا۔ اسراف کی دوسری قسم کچھ غیر معروف ہے جس کی وضاحت ضروری ہے، وہ یہ کہ مال جمع کرنے کے بعد اس کی حفاظت اور خیال نہ رکھنا، یہاں تک کہ اسے دیمک، چوہا وغیرہ کھائے۔ اس قسم کا اسراف عموماً کھانے کی چیزوں میں ہوتا ہے، یا مثلاً روٹی کے ٹکڑے گرنے کے بعد نہ اُٹھانا، یا سیر ہونے کے بعد کھانا سب اسراف کی شکلیں ہیں۔‘‘

اسراف کے ممنوع ہونے کی علت

اسراف کے ناجائز اور ممنوع ہونے کی بعض نصوص پہلے درج کی گئی ہیں، جن کا تقاضا یہ ہے کہ اسراف ایک ناجائز اور ممنوع امر ہے، یہاں تک تو بات بالکل بے غبار ہے۔ رہا یہ سوال کہ اسراف اگر ممنوع ہے تو اس کی علت کیا ہے؟ اور ممانعت کی اصل واساس کیا ہے؟ تو اس کے متعلق اگرچہ مختلف امور ذکر کیے جاتے ہیں، لیکن اصولی نقطۂ نظر سے دو باتیں اس کی علت قرار دی جاسکتی ہیں، جن کی وضاحت درج ذیل ہے:

۱:- پہلی علت: شیطان کی دوستی

قرآن کریم میں ارشادِ خداوندی ہے:

’’وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ‘‘ (الاسراء:۲۶،۲۷)

ترجمہ: ’’اور مال کو بے جا خرچ نہ کرو، بے شک بے جا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔‘‘

اسراف وتبذیر میں کیا فرق ہے؟ اس کے متعلق اہلِ لغت کی آراء مختلف ہیں، لیکن اگر دونوں کو مترادف تسلیم کرلیا جائے جس طرح کہ بہت سے اہلِ علم کا موقف ہے یا اسراف کو عام کر کے تبذیر کو اس کے تحت ایک فرد ومصداق کی حیثیت سے شامل کر دیا جائے یا کچھ بھی ہو، لیکن دونوں کو اشتراکِ علت پر محمل کرلیا جائے تو ان تمام صورتوں میں حرمتِ اسراف کی ایک علت یہ بھی ہے جو اس آیتِ مبارکہ میں ذکر کی گئی ہے کہ تبذیر کرنے والے شیطان کے بھائی ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جو شیطان کا بھائی ہے، وہ حکم میں شیطان ہی ہوگا اور وحی کے ذریعے کسی کو شیطان کہنا حد درجہ کراہت وممانعت کا

موجب ہے، جو کہ نہی و ممانعت کے متعدد اسالیب میں سے ایک ہے۔ نیز کوئی حکم دینے کے بعد ''اِنّ'' لانا علت کی طرف مشیر ہوتا ہے اور اصولیین نے اس سیاق وسباق کو بھی علت پہچاننے کا ایک ذریعہ قرار دیا ہے، اس لیے یہ بھی ممانعت وکراہت کی ایک بنیادی علت ہے۔

لیکن یہ علت ایسی ہے جس کی طرف عقلِ انسانی کی براہِ راست رہنمائی نہیں ہوسکتی، چنانچہ عقل اس بات کی شناخت کرنے سے قاصر ہے کہ شیطان کی کیا کیا خصلتیں اس بات کی موجب ہیں، جس کی وجہ سے انسان پر ان ہی کے احکام جاری ہوتے ہیں؟ تاکہ اس بات کو پہچان کر وہ دیگر غیر منصوص چیزوں کو بھی اسراف کے اس حکمِ ممانعت کے تحت داخل قرار دے سکے، اس لیے یہ علت غیر متعدی کہلائے گی اور ایسی علت سے اگرچہ اصل منصوص حکم میں قوت پیدا ہوسکتی ہے، لیکن دیگر افراد کی طرف اس کو متعدی نہیں کیا جاسکتا، حالانکہ تعلیل وقیاس کا اصل اور بڑا فائدہ یہی ہے۔

۲:۔ دوسری علت: اضاعتِ مال

''اسراف'' کی حرمت کی دوسری بنیادی وجہ جو معلوم ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ اس میں بے فائدہ مال ضائع ہوتا ہے، بعض صحیح احادیث میں اس کی حرمت مصرح بھی ہے، چنانچہ بخاری میں ہے:

''عن المغيرة بن شعبة، قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: ''إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوْقَ الْأُمَّهَاتِ، وَوَأْدَ الْبَنَاتِ، وَمَنْعَ وَهَاتِ، وَكُرِهَ لَكُمْ قِيْلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةُ السُّؤالِ، وَإِضَاعَةُ الْمَالِ.''

ترجمہ: ''حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی نقل ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے والدین کی نافرمانی، بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے، خود بخل کرکے دوسروں سے سوال کرنے، فضول باتوں اور سوالات اور مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے۔''

بعض کفار کی مذمت وتردید فرماتے ہوئے قرآن کریم میں ہے:

''وَإِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ'' (البقرۃ:۲۰۵)

ترجمہ: ''اور جب پیٹھ پھیر کر جاتا ہے تو ملک میں فساد ڈالتا اور کھیتی اور مویشی کو برباد کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔''

مال یوں تو ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس کی طرف انسانی طبیعت کا میلان ہو، لیکن یہاں اس سے خصوصی طور پر مالِ متقوّم مراد ہے، جس سے فائدہ اُٹھانا شریعت کی نظر میں درست ہو۔ ایسے مال کو ضائع کرنے کی حرمت کی حکمت ظاہر ہے کہ سب چیزوں کا اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے، اسی نے یہ چیز دے رکھی ہے، لیکن استعمال کرنے کی بھی اسی ذات نے تحدید فرمائی ہے، جس میں اس کی پابندی اور تابعداری

ضروری ہے، اسی حد بندی میں سے ایک اسراف اور بے فائدہ ضیاع سے بچنے کا حکم بھی ہے۔ نیز نص سے قطع نظر خود عقلِ سلیم کے لحاظ سے بھی اس کی برائی ظاہر ہوتی ہے، خاص کر جب دیگر افراد کو ضرورت بھی ہو یا اگر ان کو وہ چیز دے دی جائے تو وہ اس سے مباح فائدہ اُٹھا سکیں۔ ''کتاب الکسب'' میں ہے:

ترجمہ: ''ہر بندہ کھانا ضائع کرنے سے منع کیا گیا ہے اور ضائع کرنے کی ایک شکل اسراف بھی ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فضول باتوں، زیادہ سوالات، اور مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ کھانا خراب کرانا ضائع کرنا ہی ہے۔ خلاصہ یہ کہ مسلمان کے لیے اپنی حلال کمائی ضائع کرنا، اس میں اسراف کرنا، تکبر، فخر ومباہات اور زیادہ ہونے کی حرص سب حرام ہے۔''

یہاں ''افسادِ طعام'' کی ایک شکل اسراف بیان کی گئی اور پھر اس کی ممانعت پر ''اضاعتِ مال'' والی روایت سے استدلال فرمایا گیا، جس سے واضح ہوا کہ اسراف ''اضاعتِ مال'' کا نام ہے اور یہی اضاعت اس کی علتِ ممانعت ہے۔

''درِمختار'' میں ایک مسئلے کے ضمن میں قہستانیؒ کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے:

''بل في القهستاني معز يا للجواهر: الإسراف في الماء الجاري جائز، لأنه غير مضيع، فتأمل.''

ترجمہ: ''جاری پانی میں اسراف ناجائز نہیں، کیونکہ اس میں پانی ضائع نہیں ہوتا (حالانکہ اسراف کی علت بے فائدہ ضائع کرنا ہے)۔''

یہاں ماتن نے اگرچہ ''تأمل'' کہہ کر اس بات پر عدمِ جزم کی طرف اشارہ فرمایا ہے، لیکن چند صفحات کے بعد اسی طہارت کی بحث میں علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر تفصیلی کلام فرمایا ہے اور اس میں گو ماءِ جاری میں اسراف متحقق ہونے کی طرف تعرض فرمایا ہے، لیکن اس تعلیل کے خلاف کچھ نہیں تحریر فرمایا، جس سے اس علت کا درست ہونا معلوم ہوا اور یہی مقصود ہے۔

علامہ نحلاوی صاحبؒ لکھتے ہیں:

ترجمہ: ''اسراف کی مذمت کی اصل وجہ یہ ہے کہ مال دراصل اللہ تعالیٰ کی نعمت اور آخرت کے لیے کھیتی کے مانند ہے، جب مال اللہ کی نعمت ہے تو اس میں اسراف دراصل اللہ تعالیٰ کی نعمت کی بے توقیری، ناقدری اور ناشکری ہے جو اللہ کی ناراضگی، غصہ اور عتاب کا ذریعہ ہے۔ ناقدری اور ناحق شناسی کی وجہ سے ملنے والے سے واپسی کا تقاضا کرتی ہے، جیسا کہ قدردانی اور نعمت کی حفاظت کی وجہ سے نعمت برقرار اور زیادہ ہوتی ہے۔ باری تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے: ''اگر تم شکرگزاری کروگے تو اور زیادہ دوں گا۔''